مسجد نبوی کے پہلے شہید

تحریر: جناب عبدالرشید عراقی

حضرت عمر بن خطابؓ قریش کے قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے اور قبیلہ بنو عدی مکہ میں اپنی عظمت و شرافت کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام کا حامل تھا اور پورے حجاز میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت عمرؓ کے والد خطاب بن نفیل اپنے قبیلہ میں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور مختلف معرکوں میں بنو عدی کے جنگی قائدین کی حیثیت سے جرأت و بہادری کا مظاہرہ کر کے شجاعت حاصل کر چکے تھے۔ مؤرخین نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا خاندان بنو عدی زمانہ جاہلیت ہی سے نہایت ممتاز اور اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اور اس خاندان میں قریش کا عہدہ سفارت آپ کے جد اعلیٰ عدی بن کعب عربوں کے پاس باہمی تنازعات میں ثالث مقرر ہوا کرتے اور قریش کا اگر کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آتا تو وہ سفیر بن کر جایا کرتے تھے۔ یہ دونوں منصب آپؓ کے خاندان میں نسلاً چلے آ رہے تھے۔

جب آنحضرت ﷺ نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اس وقت حضرت عمر بن خطابؓ 27 برس کے تھے اور جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ قریش مکہ ان پر بے پناہ ظلم و ستم کر رہے تھے اور اس وقت اہل کفر میں دو شخص ایسے تھے جو نہایت جری، بہادر اور اسلام دشمنی میں نہایت سرگرم تھے۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ کبھی بھی حالات سے سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ دونوں نہایت دبنگ قسم کے انسان تھے۔ ان دونوں کی یہ خصوصیات کفر کیلئے استعمال ہو رہی تھیں جو اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا باعث بن رہی تھیں اور یہ وہ شخص تھے: ''عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب۔''

آنحضرت ﷺ نے ایک روز دعا فرمائی: ''اے اللہ! اسلام کو دو شخصوں میں ایک کے ساتھ عزت اور سرفرازی عطا فرما۔ عمر بن ہشام سے یا پھر عمر بن خطاب سے۔

قریش مکہ آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام سے سیخ پا تھے۔ آخر انہوں نے ایک دن میٹنگ کی کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا قصہ پاک کر دیا جائے تا کہ روز بروز کا یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ چنانچہ قریش مکہ نے متفقہ

طور پر پاس کیا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کو قتل کرے گا اس کو ایک سرخ اونٹ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ عمرؓ بن خطاب تلوار لئے گھر سے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ اس وقت جناب رسالت مآب ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ صفا کے قریب دار ارقم میں اقامت فرما تھے۔ عمرؓ بن خطاب ابھی راستہ میں تھے کہ انہیں راستہ میں ان کے ایک قریبی عزیز نعیم بن عبد اللہ ملے۔ انہوں نے عمرؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابن خطاب! کہاں کا ارادہ ہے۔ عمر نے جواب دیا: اس فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرنے جا رہا ہوں جو محمد (ﷺ) نے برپا کر رکھا ہے۔ نعیم نے کہا: محمد ﷺ کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ عمرؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی صابی (بے دین) ہو گیا ہے اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ بیٹھا ہے۔ نعیم بن عبد اللہ نے کہا محمد ﷺ کو ختم کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور بہنوئی سعیدؓ بن زید دونوں باپ دادا کے دین کو خیر باد کہہ کر حلقۂ رسولؐ میں داخل ہو چکے ہیں۔

نعیم بن عبد اللہ سے یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ بن خطاب اپنے بہنوئی کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہنچے تو دروازہ بند تھا اور اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ دروازہ پر دستک دی اور دروازہ کھولا گیا اور جناب عمرؓ اندر داخل ہوئے اور اپنی بہن اور بہنوئی سعیدؓ بن زید سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے بات کو چھپانا چاہا۔ لہٰذا خاموش رہے۔ جناب عمرؓ نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں صابی (بے دین) ہو گئے ہو اور اس کے بعد بہن اور بہنوئی کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور دونوں کو لہولہان کر دیا۔ آپ کی بہن فاطمہؓ نے جناب عمرؓ کو مخاطب ہو کر کہا۔ ''اے ابن خطاب تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لے، ہم تو حضرت محمد ﷺ کے دین کو قبول کر چکے ہیں اور اب اس دین کو کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکتے۔

بہن کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ نرم ہو گئے اور کہا ''مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے'' بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو۔ جاؤ پہلے غسل کرو۔ پھر آپ کو بتاؤں گی کہ ہم کیا پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد ان کو وہ صحیفہ دکھایا گیا تو وہ سورۃ طٰہٰ تھی۔ اس میں لکھا تھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' تو عمر یہ پڑھ کر لرزہ براندام ہو گئے اور جب اس آیت پر پہنچے ﴿انی أنا اللّٰہ لا الٰہ الا أنا فاعبدنی وأقم الصلاۃ لذکری﴾ ''میں ہی معبود برحق ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔''

تو بے اختیار پکار اٹھے "أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمدًا رسول الله"

حضرت خباب بن الارتؓ جو اندر چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا: عمر! تمہارے لئے خوشخبری ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی۔

عمرؓ نے کہا مجھے اسی وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں لے چلو۔ آنحضرت ﷺ اس وقت دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت عمرؓ دار ارقم پہنچے تو اس کی تفصیل علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی ﷺ جلد اول میں درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے: "یہ وہ زمانہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ ارقم کے مکان پر جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا۔ پناہ گزیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکف تھے۔ صحابہ کرامؓ کو تردد ہوا حضرت حمزہؓ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا کیوں عمرؓ! کس ارادہ سے آئے ہو؟ نبوت کی پر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا "ایمان لانے کیلئے" آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ نے بے ساختہ "اللہ اکبر" کا نعرہ اس زور سے لگایا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔ بعد ازاں مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے اور دوسری طرف حضرت عمرؓ کا اسلام لانا خرمن کفر پر برق سوزاں بن کر گرا۔ کفر کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ: "حضرت عمر فاروقؓ کا اسلام لانا گویا اسلام کی فتح تھی اور ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت ہدایت الٰہی تھی، ان کے مسلمان ہونے سے پہلے ہماری مجال نہ تھی کہ ہم مسجد الحرام میں اللہ واحد لاشریک کی عبادت کریں، لیکن عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد ہم بلاخوف وخطر نماز پڑھنے لگے۔

حضرت عمر بن خطابؓ بھی قریش مکہ کے ظلم وستم کا شکار ہوئے لیکن آپؓ نے قریش مکہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپؓ نے سارے مکہ سے لڑائی مول لی۔ مارا بھی اور مار کھائی بھی۔

جب قریش مکہ کا ظلم وستم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ اور بعد میں یثرب (مدینہ) ہجرت کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ مسلمانوں نے حبشہ اور یثرب ہجرت کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ یثرب ہجرت فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اعلانیہ ہجرت کی۔ صحیح بخاری میں

ہے کہ: ''حضرت عمر فاروقؓ نے بیس آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے ہجرت سے پہلے خانہ کعبہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہاں موجود مشرکین مکہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''اے مشرکین مکہ! تمہارا ستیاناس ہو جو تم میں اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے اور بچوں کو یتیم چھوڑ کر مرنا چاہتا ہے وہ مجھے ہجرت کرنے سے روکے۔''

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مدینہ میں مہاجرین اور انصار مدینہ کے درمیان مؤاخاۃ (بھائی چارہ) قائم کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی مؤاخاۃ جناب عثمان بن مالکؓ سے قائم ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد قریش مکہ نے آپؐ کو وہاں بھی آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ آپ ﷺ اور انصار مدینہ کو دھمکیاں دیتے رہتے تھے۔ تا آنکہ 2 ہجری رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان بدر کے میدان میں جنگ ہوئی۔ یہ حق و باطل کے درمیان پہلی جنگ تھی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ اس جنگ میں شریک تھے۔ آپؓ نے اس جنگ میں اپنے سگے ماموں کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ: ''جنگ بدر میں حضرت عمر فاروقؓ کی تلوار اپنے سگے ماموں کے خون سے رنگین ہوگئی اور انہوں نے تاریخ کے اوراق پر یہ بات ثبت کر دی کہ جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے عمرؓ! اس کا دوست نہیں ہوسکتا اور اسلام کے معاملات میں قرابت اور معیت کا اثر ان پر کبھی غالب نہیں آسکتا۔ آپؓ کے اس ماموں کا نام عاص بن ہشام تھا اور یہ قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ جنگ بدر کے بعد جو بھی جنگیں اسلام اور کفر کے درمیان لڑی گئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ ان سب جنگوں میں شریک ہوئے۔ یعنی غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ اُحزاب، معاہدہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک وغیرہ۔

آنحضرت ﷺ نے 12 ربیع الاول 11 ہجری کو انتقال فرمایا تو حضرت عمرؓ نہایت جوش میں آگئے اور تلوار کو برہنہ کر کے فرمانے لگے کہ ''جس شخص نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو اس کا سر گردن سے جدا کر دوں گا۔'' حضرت عمر فاروقؓ کی یہ بات لوگوں کو سخت حیرت میں ڈال رہی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی یہ بات سنی تو حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا: ''عمر ٹھہرو اور خاموش ہو جاؤ۔''

لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بات سنی ان سنی کر دی۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ منبر نبوی پر بیٹھ گئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "لوگو! خاموش ہو جاؤ، اور میری بات کو غور سے سنو، آپؓ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا: لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ اسے جان لینا چاہیے کہ محمد ﷺ تو وفات پا گئے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر کبھی بھی موت نہیں آسکتی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "محمد ﷺ نہیں ہیں مگر اللہ کے ایک رسول جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ اسلام سے پھر جاؤ گے اور جو شخص دین اسلام سے پھر جائے اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاری کرنے والوں کو جزا دے گا۔" [صحیح بخاری]

حضرت عمر فاروقؓ نے جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ انتقال فرما چکے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ دورِ نبویؐ میں بھی مشیر خاص تھے اور آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو عہد صدیقی میں بھی آپؓ مشیر خاص تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی زندگی میں ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے 23 جمادی الثانیہ 13 ہجری میں انتقال کیا۔ تو خلافت فاروقی کا آغاز ہوا۔ آپؓ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔ 26 ذی الحجہ 23 ہجری کو صبح فجر کی نماز میں آپؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور یکم محرم 24ھ کو آپؓ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپؓ کا دورِ حکومت عہد اسلامی کا ایک زریں دور تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ: "حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت حجت الٰہی تھی۔ حضرت عمرؓ کی شہادت اسلام کیلئے ایک سانحہ عظیم تھی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے انتقال پر حضرت ام ایمنؓ زار و قطار روتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے تو اس وقت بھی حضرت ام ایمنؓ بہت زیادہ روتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اس لئے رو رہی ہوں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت سے اسلام کی مضبوط عمارت میں دراڑ پڑ گئی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو حجرۂ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ دفن کیا گیا۔